112025 ـ ماں اور خاوند کے درمیان مشکلات

سوال

مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ میں اپنی مشکل بیان کرنے ابتدا کہاں سے کروں، میری والدہ میری بیماری کی بنا پر مجھے ملنے والے مال کی وجہ سے میری شادی کرنے سے انکار کرتی تھیں، لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ شادی کی ویب سائٹ میں اندارج کراؤں اور میرے والد صاحب نے میرا ساتھ دیا، اور چار ماہ قبل میری شادی ہو گئی، لیکن اس شخص نے مجھے نہ دیکھا اور میں نے اسے نہیں دیکھا اس کے بغیر ہی شادی ہو گئی، وہ سیدھا گھر آیا وہ شادی شدہ اور تنگ دست انسان ہے اس کی پہلی بیوی ملازمت کرکے گھر کے کرایہ وغیرہ میں اس کی معاونت کرتی ہے، وہ اپنی سالانہ چھٹیوں میں دو دن کے لیے آتا ہے، اور چھٹیاں ختم ہونے میں ایك دن مغرب کے وقت آتا اور فجر کے وقت چلا جاتا ہے، کیونکہ اس کی ملازمت والی جگہ کا سفر تین گھنٹے میں طے ہوتا ہے. میں اس کے مالی حالات کی بنا پر اپنے والدین کے ساتھ ہی رہتی ہوں، لیکن میری والدہ میرا مذاق اڑا کر کہتی ہے تیرا خاوند بھاگ گیا ہے، یا وہ واپس نہیں آئیگا، اور مجھ سے پیسے مانگتی ہے، میرے ماہانہ اخراجات ایك ہزار اماراتی درہم ہیں میں اسے پانچ سو درہم دیتی ہوں لیکن وہ مجھ سے روزانہ پیسے طلب کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے میری خاوند کے ساتھ مشکلات پیدا ہو رہی ہیں، میرا خاوند نہیں جانتا کہ میں کس حالت میں ہوں میں نے اس سے جگھڑا بھی کیا ہے، اور اس کی ملازمت والی جگہ پر ٹیلی فون بھی کیا ہے اور اس کو خط بھی بھیجے ہیں، وہ بہت زیادہ مصروف ہے اس لیے وہ ناراض ہو گیا اور جب میں نے اسے بتایا کہ میری والدہ کہتی ہے کہ وہ گیا ہے اور اب واپس نہیں آئیگا تو اس نے میری والدہ کا موقف پکڑ لیا ہے اور وہ ایسا نہیں رہا جیسا تھا، دو ماہ سے اس نے مجھ سے رابطہ بھی نہیں کیا، میں ہی اس سے رابطہ کرتی ہوں اور بعض اوقات وہ جواب بھی نہیں دیتا، میں نے اسے راضی کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، میں نے اسے قریب کرنے کے لیے ہدیہ بھی دیا ہے لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ خشك رویہ بنا چکا ہے، مجھے اس کا کوئی حل نہیں مل رہا، میری تباہی کا سبب میری والدہ ہے، برائے مہربانی مجھے کوئی حل بتائیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

فضائی چینلوں اور ویب سائٹس اور انٹرنیٹ مجالس کے ذریعہ شادی کرانا سلبیات سے خالی نہیں، اور ہماری رائے کے مطابق تو یہ شادیاں اکثر طور پر ناکام ہی ہوتی ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اسے تفریح اور متعہ کا ذریعہ

بناتے ہیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اسے لہو و لعب اور کھیل بنا کر کھیلتے ہیں، اور یہ لوگ مستقل طور پر استقرار کی کوشش نہیں کرتے، اور نہ ہی حقیقتا یہ شریك حیات تلاش کرتے ہیں کہ کوئی گھر بسایا جائے اور خاندان بنایا جائے، اور نادر کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا، اس لیے ہم اپنے بہن بھائیوں کو اس طریقہ سے شریك حیات کی تلاش کرنے سے منع کرتے ہیں.

دوم:

آپ کا شادی سے قبل اپنے ہونے والے شوہر نہ دیکھنا، اور اس کا آپ کو نہ دیکھنے میں شرعی مخالفت پائی جاتی ہے، اور شادی سے قبل ایك دوسرے کو دیکھنے میں شریعت کی حکمت یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ان کی ازدواجی زندگی اور گھر میں زیادہ دوام ہوگا، لہذا ایك دوسرے کو دیکھنا قبول کی ابتدا یا انکار ہے، لیکن اچانك ہر ایك کا دوسرے کو سہاگ رات میں دیکھنا یہ شریعت کے بھی مخالف ہے اور عقل کے بھی؛ کیونکہ ہر ایك اپنے ذہن اور خیال میں اپنے شریك حیات کی ایك تصویر بنا کر رکھتا ہے، اور جب اچانك اسے اس تصویر کے علاوہ کچھ اور نظر آتا ہے تو پھر مشکلات اور پریشانیاں شروع ہو جاتی ہیں، اور جدائی اور فراق کی ابتدا ہو جاتی ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایك شخص آیا اور آپ کو بتایا کہ اس نے انصار کی ایك عورت سے شادی کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

" کیا تم نے اسے دیکھا ہے ؟

تو اس نے عرض کیا: نہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جاؤ جا کر اسے دیکھو؛ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے "

صحیح مسلم حدیث نمبر (2414).

اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی منگیتر کا ان کے سامنے ذکر کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جاؤ جا کر اسے دیکھو، کیونکہ یہ تمہارے درمیان دوام کے لیے زیادہ بہتر ہے "

سنن ترمذی حدیث نمبر (1087) ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے، سنن نسائی حدیث نمبر (3235) علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح ترمذی میں صحیح قرار دیا ہے، امام ترمذی کہتے ہیں:

" احری ان یؤدم بینکما " کا معنی یہ ہے کہ: یہ تمہارے مابین محبت و مودت کے دوام کے زیادہ لائق ہے.

سوم:

آپ کی والدہ کے شایان شان اور زیادہ لائق تو یہ تھا کہ وہ آپ کے والد کے قدم کے ساتھ قدم ملاتی اور آپ کو شادی کی ترغیب دلاتی، اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوتی، حالانکہ اسے علم تھا کہ آپ کی شادی میں ہی آپ کی عفت و عصمت چھپی ہے، اور عقلمند مائیں تو اسی چیز کی کوشش کرتی ہیں کہ وہ اپنی بیٹیوں کی اپنے ہاتھوں شادي کرتی ہیں.

اور اس وقت رحمدل ماں کتنی سعادت و خوشی حاصل کرتی ہے جب وہ اپنی بیٹی کو اپنے خاوند کے گھر سدھارتی دیکھتی ہے، تا کہ وہ زوجیت کا ایك نیا گھونسلہ اور گھروندا تیار کریں، اور اطاعت و فرمانبرداری پر گھر کی اساس و بنیاد رکھیں، جس میں محبت و مودت بھری ہو.

اور اسی وقت آپ کے خاوند کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ آپ کی والدہ کے کلمات سے غضبناك ہو کر آپ کو چھوڑ دیتا اور آپ کے پاس آنا ہی چھوڑ دیتا، آپ نے جو اپنی والدہ کی کلام ذکر کی ہے اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں جو ان باتوں کا باعث بنتی؛ لگتا ہے کہ وہ شخص کوئی ایسا بہانہ اور فرصت تلاش کر رہا تھا، اور آپ کی والدہ کی کلام اس کے لیے اس شادی سے چھٹکارے کا ذریعہ بن گئی جس شادی میں اس کی رغبت ہی نہ تھی.

بہر حال آپ کے والد کو چاہیے کہ وہ اس معاملہ میں دخل دے، اور اسے آپ کے خاوند کو جتنی جلدی ہو سکے ملنا چاہیے اور وضاحت و صراحت کے ساتھ اس سے بات چیت کرنی چاہیے اور خاوند کو بھی چاہیے کہ وہ اس شادی کے انجام کا فیصلہ کرے یا تو وہ خاوند بن کر واپس آئے اور آپ کو اللہ کی جانب سے واجب کردہ حق دے، یا پھر آپ کو اچھے طریقہ سے چھوڑ دے اور آپ کے جو حقوق بنتے ہیں وہ بھی ادا کرے، پھر آپ اللہ سبحانہ و تعالی سے دعا کریں کہ وہ آپ کی اس مصیبت میں اجر سے نوازے اور آپ کا اس کا نعم البدل عطا فرمائے.

خاوند کو حق نہیں کہ وہ ٹال مٹول سے کام لے اور جواب میں دیر کرے، اور نہ ہی اسے حق ہے کہ اس کے دل میں جو ہے اسے آپ سے چھپائے، بلکہ اسے ظاہر کرنا چاہیے؛ تاکہ آپ اپنی راہ کو متعین کریں، اور کسی ایسے شخص کی ذلت میں نہ رہیں جس کو آپ کے ساتھ زوجیت کے ساتھ رہنے کی رغبت ہی نہیں.

اسی طرح اسے یہ بھی حق نہیں کہ آپ کی والدہ کی طرف سے ہونے والی کلام کی سزا آپ کو دے، کیونکہ اس میں آپ کا تو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی آپ اس کے اثرات کو برداشت کرینگی، آپ نے اپنی والدہ کی صحیح کلام اسے بتا کر بہت بڑی غلطی کی ہے.

چہارم:

اگر آپ کا خاوند آپ کی طرف رجوع کر کے آتا ہے تو اسے آپ کے متعلق اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور آپ کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنی چاہیے، اسی طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ آپ اور اپنی دوسری بیوی کے پاس رات

بسر کرنے میں مابین عدل و انصاف کرے، اور اخراجات و نفقہ اور لباس میں بھی عدل کرے، اس کے لیے پہلی بیوی کو اس کی مالداری کی وجہ سے آپ پر فضیلت دینا حلال نہیں، اور نہ ہی آپ کے فقر و تنگ دستی کی بنا پر آپ کے حق سلب کرنا حلال ہے.

لیکن یہ ہے کہ اگر آپ اپنی مرضی سے اپنے کچھ حقوق چھوڑ دیں، اللہ سبحانہ و تعالی نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والوں پر اپنی بیویوں میں عدل و انصاف کرنا واجب کیا ہے، اور انہیں ان پر ظلم و ستم کرنے اور ان کے حقوق سلب کرنے سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" جس کی دو بیویاں ہوں تو وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف مائل ہو تو روز قیامت اس حال میں آئیگا کہ اس کی طرف مائل ہو گی "

سنن ترمذی حدیث نمبر (1141) سنن نسائی حدیث نمبر (3942) سنن ابو داود حدیث نمبر (2133) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1969) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں:

" حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص استطاعت کے باوجود اپنی بیویوں کے مابین عدل وانصاف نہیں کرتا اس کے لیے شدید وعید ہے، اور وہ بیویوں کے نفقہ اور مسکن اور لباس وغیرہ میں برابری کرے.

اور یہاں شق سے مراد آدھا حصہ ہے کہ اس کے ظلم و ستم کی سزا میں اس کا آدھا حصہ مائل ہوگا؛ کیونکہ سزا بھی جنس عمل سے ملےگی، جس طرح وہ اپنی بیوی کے ساتھ کرتا تھا تو اللہ تعالی نے اس کا آدھا حصہ ہی مائل کر دیا، اور بطور سزا اس کے جسم کو غیر متوازن اور غیر معتدل بنا دیا.

اور پھر اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

 چنانچہ تم ایک بیوی کی جانب ہی مکمل طور پر مائل نہ ہو جاؤ، اور (دوسری کو) معلق چھوڑ دو النساء (129).

دیکھیں: المنتقی من فتاوی الشیخ الفوزان (4 / 179) سوال نمبر (194).

بیویوں کے مابین عدل و انصاف کے بارہ میں تفصیلی کلام کئی ایک سوالات کے جوابات میں گزر چکی ہے، اس لیے آپ سوال نمبر (10091) اور (20455) اور (34701) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

پنجم:

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوك آپ کے لیے حتمی ہے، اور آپ کے لیے والدہ سے قطع تعلقی اور برا سلوك کرنا حرام ہے، چاہے والدہ سے جو کچھ بھی ہوا ہے، بلکہ آپ کو چاہیے کہ والدہ کو بہتر طریقہ سے نصیحت کریں، اور اس کی بہتر اور اچھے اقوال و اعمال اور احسن اسلوب کے ساتھ راہنمائی کریں.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

" ایك شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی:

اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں میرے لیے سب سے زیادہ حسن سلوك کا مستحق کون ہے ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تیری والدہ.

اس شخص نے عرض کیا: پھر کون ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیری ماں.

اس شخص نے عرض کیا پھر کون ؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیری ماں.

اس شخص نے عرض کیا: پھر کون؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تیرا والد "

صحیح بخاری حدیث نمبر (5626) صحیح مسلم حدیث نمبر (2548).

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" اس حدیث میں رشتہ داروں سے نیکی اور حسن سلوك کی ترغیب دلائی گئی ہے، اور ان سب سے میں حسن سلوك کی زیادہ مستحق والدہ ہے، اس کے بعد پھر والد اور پھر قریب سے قریب تر رشتہ دار.

علماء کرام کا کہنا ہے: ماں کو باپ پر مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ماں ہی بچے کی زیادہ تکلیف برداشت کرتی

ہے، اور اس پر شفقت کرتی ہے، اور بچے کی خدمت کرتی ہے، اور پھر وہ بچے کے حمل کی مشقت بھی برداشت کرتی اور پھر اس حمل کے وضع کرنے کی بھی تکلیف اور پھر اسے دودھ پلانے کی تکلیف اور مشقت برداشت کرتی ہے، اور پھر اس کی تربیت و پرورش کی اور بیمار ہونے کی صورت میں تیمار داری وغیرہ بھی ماں ہی کرتی ہے "

دیکھیں: شرح مسلم للنووی (16 / 102).

آپ نے اپنی آدھی تنخواہ اور آمدنی والدہ کو دے کر ایک بہت ہی اچھا کام کیا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ نے جو خرچ کیا ہے آپ کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے، اور اس پر آپ کو اجر عظیم سے نوازے.

اور آپ کی ماں کو حق نہیں کہ وہ ایسی چیز طلب کر کے آپ پر تنگی کرے جس میں اس کا حق نہیں، اور نہ ہی آپ پر اسے اپنا مال دینا واجب ہے، لیکن اگر آپ اس کی استطاعت اور قدرت رکھتی ہیں، اور والدہ کو شدید ضرورت ہو اور اس کے پاس اخراجات کے لیے رقم نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی خرچ کرنے والا ہو تو آپ حسب استطاعت اس کا تعاون کریں.

اور والدین میں سے کسی ایک کو بھی حق نہیں کہ وہ اپنی اولاد کے مال پر تسلط قائم کرے، اور بہت سارے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا غلط مفہوم لیتے ہیں:

" تم اور تمہارا مال اپنے باپ کے ہو "

اس کا یہ معنی نہیں کہ والدین اپنی اولاد کے مال پر تسلط جما لیں، اور نہ ہی وہ اپنی اولاد کے مال میں شریک ہو جائینگے اگر یہ مفہوم صحیح ہوتا تو بیٹے کی وفات کے وقت باپ سارا مال لے لیتا.

بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ: باپ کے لیے - اور اس میں ماں بھی شامل ہے - اپنی اولاد کے مال میں حق ہے، اگر ان کے پاس مال نہ ہو اور اولاد انہیں دینے اور ان پر خرچ کرنے پر قادر ہوں تو وہ اولاد کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتے ہیں.

اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ ہم درج سوالات کے جوابات میں بیان کر چکے ہیں، اس لیے آپ سوال نمبر (13662) اور (4282) اور (82761) اور (9594) کے جوابات کا مطالعہ ضرور کریں.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ آپ کے معاملہ میں آسانی پیدا فرمائے، اور آپ کی تکلیف اور مشکل کو دور کرے، اور آپ اور آپ کے خاوند کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے.

واللہ اعلم .